ازعدالت عظمیٰ

جناردن ریڈی اور دیگر

بنام

ریاست

[شری ہری لال کنیہ سی جے، سید فضل علی، پتنجلی ساستری، مکھر جیہ،
داس اور چندر شیکھر اایئر جج صاحبان]

آئین بھارت کی دفعہ۔134,136,374(4) اپیل کو خصوصی منظوری۔حیدرآباد عدالت عالیہ کا فیصلہ 26 جنوری 1950 سے پہلے صادر کیا گیا۔سپیشل لیو کیلئے درخواست۔1، پرداخت۔لیو درخواست کے زیر التوا ہونے پر حیدرآباد جوڈیشل کمیٹی کو اپیل۔جب نیا آئین نافذ العمل ہوا۔لیو درخواست کے زیر التوا ہونے پر حیدرآباد جوڈیشل کمیٹی کو اپیل، دفعہ 136 کی وسعت، کا اثر، __"بھارت کے علاقے میں کوئی بھی عدالت یا ٹریبونل"_ قوانین کی تشریح۔ممکنہ طور پر عملدرآمد کے لائق۔اپیل کرنے کا حق۔

درخواست دہندگان، جنہیں حیدرآباد ریاست میں ایک خصوصی ٹریبونل نے مجرم قرار دیا اور موت کی سزا سنائی، نے حیدرآباد عدالت عالیہ میں اپیلوں کو ترجیح دی جنہیں مسترد کر دیا گیا تھا، اور انہوں نے عدالت عالیہ کے فیصلوں کے خلاف حیدرآباد کی عدالتی کمیٹی میں اپیل کرنے کی اجازت کے لیے 21 جنوری 1950 کو عدالت عالیہ میں درخواست دی۔26 جنوری 1950 کو آئین بھارت نافذ ہوا اور آئین کے تحت حیدرآباد کو بھارت کا حصہ بن گیا، حیدرآباد کی عدالتی کمیٹی کا وجود ختم ہوگیا، اور اس کمیٹی کے سامنے زیر التواء تمام اپیلیں اور دیگر سنوائیاں بھارتیہ عدالت عظمیٰ کو منتقل ہوگئی۔درخواست دہندگان کی درخواستوں میں ترمیم کی گئی تا کہ وہ آئین کی دفعہ 134 کے تحت درخواست دے سکے، لیکن انہیں اس بنیاد پر مسترد کر دیا گیا کہ ایسی کوئی

درخواست دفعہ 134 کے تحت نہیں ہے اور میرٹ پر بھی۔اس کے بعد درخواست دہندگان نے اپیل کے لئے اسپیشل لیو کی درخواست آئین کی دفعہ 136 کے تحت بھارتیہ عدالت عظمیٰ میں دائر کی:

یہ کہا گیا، کہ دفعہ 136 عدالت عظمیٰ کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ ''بھارت کے علاقے میں کسی بھی عدالت یا ٹربونل کے ذریعے صادر کیے گئے یا بنائے گئے کسی بھی فیصلے، ڈگری، سزا یا حکم نامہ کے خلاف اپیل کرنے کے لیے اسپیشل لیو فراہم کرسکتی ہے''، اور حیدرآباد عدالت عالیہ بھارت کے علاقے والی عدالت نہیں تھی جب زیر بحث فیصلوں کو صادر کیا گیا تھا، سپریم کورٹ کو اسپیشل لیو فراہم کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا۔

دفعہ 136 کی اس طرح تشریح نہیں کی جاسکتی کہ حیدرآباد کے بھارت کا حصہ بننے سے پہلے سنائے گئے فیصلوں یا احکامات پر اس کا اطلاق ہو سکے اور اس وجہ سے اپیل حق دینا، صرف اس وجہ سے کہ درخواست کنندگان کو آئین کے نافذ ہونے پر حیدرآباد کی عدالتی کمیٹی میں اپیل کرنے کا حق تھا، جب آئین نافذ العمل ہوا اور اس کمیٹی کو برخاست کر کے اُن کو اُن کے حق سے محروم کیا گیا بغیر کوئی توضیع بنائے تاکہ عدالت عظمیٰ میں اپیل کر سکے۔

اپیلیٹ کا دائرہ اختیار (فوجداری) مجرمانہ متفرق پٹیشن نمبرات 71، 73 سال 1950۔

آئین کی دفعہ 136 کے تحت 12،13، اور 14 دسمبر 1949، کو حیدرآباد میں بااختیار عدالت عالیہ کے احکامات کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کیلئے درخواست دہندگان سپیشل لیو کی طلب کرتے ہیں۔درخواست کنندگان کی طرف سے حیدرآباد کے خصوصی ٹریبونل کے حکم ناموں کے خلاف دائر اپیلوں کو خارج کرتی ہیں جن میں انہیں قتل کا مجرم قرار دے کر انہیں موت کی سزا سنائی گئی تھی۔وکیل کے مادی حقائق اور دلائل فیصلہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

درخواست کنندگان کی طرف سے:

ڈی این پریت (بشمول، کے بی استھانہ، ڈینیل لطیف، بھاوا شیو چرن سنگھ اور اے ایس آر چڑی)۔

جواب دھندگان کی طرف سے:

ایم۔سی۔سیتلواڈ، اٹارنی جنرل برائے ہندوستان، اور راجہ رام آئیر (بشمول، جی۔این۔جوشی)

14 دسمبر 1950 عدالت کا فیصلہ کانیا چیف جسٹس کے ذریعے سُنایا گیا تھا۔

کانیا چیف جسٹس ۔ یہ تین مجرمانہ متفرق درخواستیں ہیں جن میں آئین بھارت کے دفعہ 136 کے تحت سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کے لیے اسپیشل لیو طلب کی گئی ہے۔تمام ملزموں پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ کمیونسٹ پارٹی کے رکن ہیں جو تشدد کے ذریعے حیدر آباد میں موجودہ حکومت کو ختم کرنے اور اس کی جگہ ایک کمیونسٹ حکومت قائم کرنے کی پالیسی سے منسلک تھے۔یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی کمیونسٹ تنظیم کے لیے سبسکرپشن کا مطالبہ کیا اور کچھ گاؤں والے جنہوں نے ان کے مطالبات پورے نہیں کیے انہیں 21 ستمبر 1948 کو اغوا کر کے قتل کر دیا گیا۔ان پر ایچ ای ایچ نظام کے اختیار میں ملٹری گورنر کے ذریعے جاری کردہ ضابطوں کے تحت قائم کردہ خصوصی ٹریبونل کے سامنے قتل سمیت مختلف جرائم کا الزام عائد کیا گیا اور 9، 13 اور 14 اگست 1949 کو الگ الگ فیصلوں کے ذریعے انہیں مجرم قرار دے کر سزائے موت سنائی گئی۔درخواست دہندگان نے ان فیصلوں پر حیدر آباد عدالت عالیہ میں اپیل کی، اور عدالت عالیہ نے بالترتیب 12، 13 اور 14 دسمبر 1949 کے اپنے فیصلوں کے ذریعے، اپیلوں کو مسترد کر دیا۔درخواست کنندگان نے 21 جنوری 1950 کو ریاست حیدر آباد کی عدالتی کمیٹی میں اپیل کرنے کے لیے سرٹیفکیٹ کے لیے عدالت عالیہ میں درخواست دی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عزت مآب نظام نے 23 نومبر 1949 کو ایک فرمان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ آئین بھارت حیدر آباد کی حکومت کے لیے موزوں تھا اور انہوں نے اسے پہلے فہرست بند کے حصہ ب کی ریاستوں کی طرح حیدر آباد ریاست کے آئین کے طور پر قبول کیا۔26 جنوری 1950 کو آئین بھارت یونین آف انڈیا اور حصہ ب ریاستوں پر لاگو ہوا۔بھارت کا آئین 26 جنوری 1950 کو بھارتیہ یونین اور حصہ ب ریاستوں پر قابل اطلاق ہوا۔ریاست حیدر آباد کی پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کو اپیل کرنے کی اجازت کے سرٹیفکیٹ کے لیے جو پٹیشن

اصل میں دائر کی گئی تھی کو عدالت کی اجازت سے ترمیم کی گئی تھی اور آئین بھارت کی دفعہ 134 کے تحت پٹشنوں میں تبدیل کیا گیا۔حیدرآباد عدالت عالیہ کے ایک ڈویژن بنچ نے پٹشینوں پر غور کیا اورانہیں اس بنیاد پر خارج کر دیا کہ دفعہ 134 کے تحت ایسی کوئی درخواست نہیں ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ قابلیت کے لحاظ سے درخواست کنندگانکی طرف سے پوچھی گئ سرٹیفکیٹ کے لیے اہلیت کی بنیاد پر کوئی مقدمہ نہیں بنا۔درخواست کنندگان نے اب عدالت عالیہ کے 12، 13 اور 14 دسمبر 1949 کے فیصلوں کے خلاف اپیل کے واسطے سپیشل لیوکیلئے آئین بھارت کی دفعہ 136 کے تحت اس عدالت میں اپنی درخواستیں دائر کی ہیں۔

غور کے لیے دوسوالات پیدا ہوتے ہیں۔پہلا یہ ہے کہ آیا کیس کے حالات وقعات میں دفعہ 136 کے تحت کوئی درخواست سپریم کورٹ میں کی جاسکتی ہے،اوردوسرا یہ ہے کہ آیا حقائق پر غور کرنے پر،اگر اسے درخواستوں پر غور کرنے کا دائرہ اختیار حاصل ہے،تو عدالت کو سپیشل لیو دینی چاہیے۔پہلا سوال آئین بھارت میں متعلقہ دفعات کی تشریح پر منحصر ہے۔دفعہ 374 (4) کے تحت، اس آئین کے نفاذ پر اور اس کے بعد سے کسی خصوصی ریاست میں پریوی کونسل کے طور پر کام کرنے والی اتھارٹی کا دائرہ اختیار اور اس ریاست کے اندر کسی عدالت کے کسی فیصلہ،ڈگری یا حکم نامہ سے یا اس کے سلسلے میں اپیلوں اور درخواستوں پر غور کرنے اوران کونمٹانے کے لیے پہلے فہرست بند کا حصہ ب ختم ہوگیا،اوراس طرح کے نفاذ پر مذکورہ اتھارٹی کے سامنے زیرالتواء تمام اپیلوں اور دیگر کارروائیوں کو سپریم کورٹ کو نمٹانے کیلئے منتقل کر دیا گیا۔اس طرح یہ ذیلی فقرہ ریاست حیدرآباد کی پریوی کونسل کے دائرہ اختیار کو ختم کر دیتی ہے،اور آئین بھارت کے نافذ ہونے کے بعد یہ ادارہ اوراس کا دائرہ اختیار مکمل طور پر ختم ہوگیا۔ہمارے سامنے موجود حقائق سے یہ واضح ہے کہ حیدرآباد عدالت عالیہ کے ان فیصلوں کے سلسلے میں کوئی کارروائی یا اپیل اس کے خاتمے سے پہلے حیدرآباد پریوی کونسل کے سامنے زیرالتواء تھی،اس ذیلی فقرہ کے عمل میں آنے سے سپریم کورٹ کو کچھ بھی منتقل نہیں ہوا۔

درخواست کنندگان کی جانب سے یہ دلیل دی گئی کہ 25 جنوری 1950 کو انہیں ریاست حیدرآباد کی پریوی کونسل میں اپیل کرنے کی اجازت دینے والے سرٹیفکیٹ کے لیے حیدرآباد میں عدالت عالیہ

جانے کا حق حاصل ہے۔درحقیقت اس طرح کی درخواستیں اس دن زیرالتوا تھیں۔اس لیے یہ دلیل دی گئی کہ اپیل کا حق جو 25 جنوری 1950 کو موجود تھا، آئین بھارت کے ذریعے ریاست حیدرآباد پر لاگو ہونے سے مضمر طور پر چھین نہیں لیا جاسکتا۔

اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ سزاؤں کے سلسلے میں وہ تمام افراد جن کے پاس اپیل کا حق تھا، یا جن کے پاس سرٹیفیکیٹ کے لیے اپنی درخواستیں دائر کرنے کا وقت تھا، نیز وہ افراد جن کی درخواستیں حیدرآباد عدالت عالیہ کے سامنے زیرالتوا تھیں جو ایسی سرٹیفکیٹ مانگ رہے تھے اور جو انہیں عدالت عالیہ میں کام کی بھیڑ کی وجہ سے نہیں ملی اور اگر دفعہ 136 کو بھارتیہ عدالت عظمٰی میں اپیل کا حق دینے کے لیے نہیں سمجھا گیا تو وہ اعلی عدالت میں اپیل کرنے کا حق کھو دیں گے۔ریاست کی جانب سے پیش اٹارنی جنرل نے نشاندہی کی کہ اگر دفعہ 136 کی وسیع تر تشریح کی جاتی ہے تو یہ نہ صرف ان افراد کو اجازت دے گا جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دفعہ 136 کے تحت اجازت کے لیے درخواست دے سکتے نفاذ ہیں بلکہ کئی دیگر حقوق بھی بنائے جائیں گے۔اس طرح کے حقوق نہ صرف فوجداری مقدمات میں بلکہ دیوانی مقدمات میں بھی حاصل ہوں گے اور ان کا استعمال درخواست دینے کی مدت کے اندر بغیر کسی حد کے کیا جاسکتا ہے،جس کے نتیجے میں پرانے فیصلوں پر بھی سوال اٹھائے جاسکتے ہیں۔مزید برآں، دفعہ 136 کی وسیع تر تشریح پر، وہ فیصلے جو ان ریاستوں میں حتمی ہو گئے تھے جن میں پریوی کونسل جیسی کوئی عدالت موجود نہیں تھی جس کے پاس ان کی عدالت عالیاوں کے فیصلوں پر اپیلیں کی جاسکتی تھی، جو اپیل کے تابع ہوں گے حالانکہ اس طرح کی کوئی اپیل نہیں کی گئی تھی۔اس لیے یہ دلیل دی گئی کہ سہولت کی بنیاد پر توازن اگر بالکل بھی ہو۔درخواست کنندگان کی طرف سے پیش کردہ دلیل کے خلاف ہے۔اس پر سختی سے زور دیا گیا کہ یہ اس سوال پر مکمل طور پر غلط نقطہ نظر ہے۔آئین کی دفعات کو ان کے سادہ قدرتی معنی کے مطابق سمجھا جانا چاہیے اور سختی زدہ کیسوں میں قدرتی تشریح کو نہیں بدلنا چاہیے۔سختی زدہ کیسوں کو ناقص قانون بنانے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ہماری رائے میں اٹارنی جنرل کی یہ دلیل درست ہے۔سختی زدہ کیسوں کے سوال کو آئین میں استعمال ہونے والے الفاظ کے حقیقی معنی کو متاثر کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی دی جانی چاہیے۔اس لیے سختی کے تحفظات سے قطع نظر مضامین سے رجوع کرنا مناسب ہے۔

یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ آیا اس معاملے کے حقائق پر، سپریم کورٹ کو سپیشل لیو دینے کا دائرہ اختیار ہے، صرف آئین بھارت کی دفعہ 133، 134، 135 اور 136 پر غور کرنا ضروری ہے۔ دیوانی معاملات میں عدالت عالیاوں سے پریوی کونسل میں اپیلوں کے سلسلے میں آرٹیکل 133، اصل میں، مجموعہ ضابطہ دیوانی کی پرانی توضیعات کو برقرار رکھتا ہے

دفعہ 134 کے تحت، یہ بروئے کار لایا گیا ہے کہ بھارت کے علاقے میں عدالت عالیہ کی مجرمانہ کارروائی میں کسی بھی فیصلہ، حتمی حکم یا سزا کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل ہوگی اگر عدالت عالیہ۔۔۔۔۔ (پھر تین ہنگامی حالات کی پیروی کریں جن کے تحت ایسی اپیلیں ہوسکتی ہیں)۔ دفعہ 133 میں بھی "بھارتی علاقے میں" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ آرٹیکل 135 ان معاملات کے لیے فراہم کرتا ہے جن پر دفعہ 133 یا 134 کی توضیعات لاگو نہیں ہوتی ہیں۔ اس میں یہ شرط رکھی گئی کہ جب تک پارلیمنٹ قانون کے ذریعے دوسری صورت وضع نہیں کرتی، سپریم کورٹ کے پاس بھی ایسے معاملے کے حوالے سے دائرہ اختیار اور اختیارات حاصل ہوں گے جن پر دفعہ 133 یا 134 کی دفعات لاگو نہیں ہوتیں، اگر اس معاملے سے متعلق دائرہ اختیار اور اختیارات کسی موجودہ قانون کے تحت اس آئین کے نفاذ سے فوری طور وفاقی عدالت کے ذریعے قابل استعمال تھے۔ یہ دفعہ آئین میں شامل کیا گیا تھا تا کہ سپریم کورٹ ان معاملات میں دائرہ اختیار کا استعمال کر سکے جو دفعہ 133 اور 134 کے تحت نہیں آتے تھے، ان معاملات کے سلسلے میں جہاں وفاقی عدالت کو پہلے سے موجود قانون کے تحت ہائی کورٹس سے اپیلوں وغیرہ پر غور کرنے کا دائرہ اختیار تھا۔ یہ پریوی کونسل کے دائرہ اختیار کے خاتمے کے قانون، 1949 کے تحت، وفاقی عدالت کے دائرہ اختیار کو سپریم کورٹ میں منتقل کرنے کا ایک واضح طور توضیع ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہائی کورٹس کی اپیلوں پر غور کرنے کے لیے پریوی کونسل کا دائرہ اختیار، سوائے ان کے جو 10 اکتوبر 1949 کو اس کے سامنے پہلے سے زیر التوا تھے، اس ایکٹ کے ذریعے چھین لئے گئے تھے۔ لہذا ان اپیلوں کے سلسلے میں التزام کیا جانا تھا جو پہلے سے زیر التواء تھیں یا جو دفعہ 133 اور 134 کی توضیعات میں شامل نہیں تھیں۔ آئین بھارت کی دفعہ 136 ان شرائط میں ہے:

"136.(1)" اس باب میں کسی بھی امر کے باوجود، سپریم کورٹ، اپنی صوابدید پر، بھارتیہ علاقے میں کسی بھی عدالت یا ٹریبونل کے ذریعے صادر یا بنائے گئے کسی بھی وجہ یا معاملے میں کسی بھی فیصلہ، ڈگری، ادارہ، سزا یا حکم نامہ سے اپیل کرنے کے لیے سپیشل لیو دے سکتی ہے"۔

(2)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

دفعہ 1 میں" بھارتیہ علاقہ" کی تعریف ان شرائط پر کی گئی ہے:

"1 بھارتیہ علاقہ مندرجہ ذیل پر مشتمل ہوگا

(الف) ریاستوں کے علاقوں (یعنی جو پہلے فہرست بند کے حصوں الف، ب اور ج میں درج ہے)

(ب) پہلے فہرست بند کے حصہ د میں تصریح کردہ علاقوں (یعنی انڈمان اور نکوبار جزائر) اور (ج) ایسے دیگر علاقوں پر جو حاصل کیے جا سکیں۔

"غور کرنے والی بات یہ ہے کہ کیا موجودہ کیس کے حقائق پر سپریم کورٹ کسی فیصلہ، سزا یا حکم سے اپیل کرنے کے لیے سپیشل لیو دے سکتی ہے جو حیدرآباد عدالت عالیہ نے 26 جنوری 1950 سے پہلے صادر کیا تھا۔ ذہن میں رکھنے والی اہم حقیقت یہ ہے کہ حیدرآباد کی عدالتیں بھارت کے علاقے کی عدالتیں نہیں تھیں جب انہوں نے 12، 13 اور 14 دسمبر 1949 کو اپنے فیصلے سنائے تھے۔ درخواست کنندگان کی جانب سے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ ایک تنگ نظریہ اپیل کے ان قیمتی حقوق کو چھین لے گی جو درخواست کنندگان کے پاس موجود تھے جب آئین بھارت کو عزت مآب نظام نے ان کے فرمان کے ذریعے 26 جنوری 1950 کو ریاست حیدرآباد پر لاگو کرنے کی ہدایت کی تھی، یہ مانا جانا چاہیے کہ چونکہ آئین میں الگ سے کوئی مثبت حق فراہم نہیں کیا گیا تھا، اس لیے دفعہ 136 کے الفاظ درخواست کنندگانکو ایسا حق دینے کے لیے کافی وسیع تھے۔ دوسری طرف قابل اٹارنی جنرل کی طرف سے یہ دلیل دی گئی کہ ہر قانون سازی بنیادی طور پر مستقبل سے متعلق ہوتی ہے نہ کہ ماضی سے متعلق ۔اپیل کا حق خصوصی قانون کے ذریعے دیا جانا چاہیے اور یہ محض ایک ضابطہ کا حق نہیں ہے۔ اس لیے اگر آئین کے تحت اپیل کا کوئی حق موجود نہیں ہے تو اس طرح کے حق کو ریاست حیدرآباد میں آئین کے اطلاق پر عملی طور پر وجود میں نہیں لایا جا سکتا۔ اسلئے پریوی کونسل کے، دہلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز لمیٹیڈ **بنام** انکم ٹیکس کمشنر، دہلی و دیگر اور دی

کالونیل شوگر ریفائنگ کمپنی لیمیٹڈ **بنام** ارونگ، فیصلے پر انحصار کیا گیا

ہماری رائے میں، اس نکتے پر اٹارنی جنرل کی دلیل درست ہے۔ اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ موجودہ معاملے میں کسی قانون سازی کو صرف ممکنہ طور پر تعبیر کرنے کے عام طریقے کو کیوں ترک کیا جانا چاہیے۔ مسٹر پریٹ کی طرف سے یہ دلیل دی گئی کہ ریاست کی طرف سے دفعہ 136 پر جو تشریح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے لیے شق میں "اب سے" لفظ داخل کرنے کی ضرورت ہوگی، جس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ہم اس دلیل کو قبول کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ، بادی النظر میں، ہر قانون سازی مستقبل سے متعلق ہوتا ہے اور یہاں تک کہ "اب سے" لفظ کے استعمال کے بغیر بھی دفعہ 136 کی زبان ایک ہی معنی ظاہر کرتی ہے۔ اس معاملے میں یہ بات قابل غور ہے کہ 26 جنوری 1950 سے پہلے عزت مآب نظام کی حکومت اس لحاظ سے ایک آزاد ریاست تھی کہ بھارت میں کسی بھی عدالت یا لندن میں پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کو حیدر آباد ریاستی عدالتوں کے فیصلوں پر کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا۔ ایسی ریاست کی عدالتوں کے فیصلوں پر بھارتیہ عدالت عظمیٰ کو دائرہ اختیار دینے کے لیے، مخصوص توضیعات یا ایسی توضیعات کی ضرورت ہوتی ہے جو ضروری طور پر ایسی عدالتوں کے فیصلوں سے نمٹنے کے لیے دائرہ اختیار فراہم کرتی ہیں۔ یہ عام بات ہے کہ اس قسم کی کوئی واضح توضیع موجود نہیں ہے۔ ہمیں ایسے کوئی ضروری حالات بھی نظر نہیں آتے جنہیں معقول تشریح پر اپیل کا ایسا حق دینے کے طور پر سمجھا جانا چاہیے۔ بے شک الفاظ "بھارتیہ علاقہ" ایک متضاد نتیجے کی طرف لے جاتے ہیں۔ آرٹیکل 136 میں استعمال ہونے والے الفاظ کے تحت جن عدالتوں نے فیصلہ یا سزا سنائی ہیں وہ عدالتیں بھارتیہ علاقے کے اندر ہونی چاہئیں۔ عزت مآب نظام کی حکومت کا علاقہ 26 جنوری 1950 سے پہلے کبھی بھی بھارتیہ علاقہ نہیں تھا، اور اس لیے 12، 13 اور 14 دسمبر 1949 کو عزت مآب نظام کی عدالت عالیہ کے ذریعے صادر کیے گئے فیصلہ اور سزا کو "بھارتیہ علاقے کے اندر کسی عدالت کے ذریعے صادر کردہ فیصلہ اور سزا" نہیں سمجھا جا سکتا۔ صرف اس مختصر بنیاد پر ایسا لگتا ہے کہ درخواست دہندگان کی دلیل نامنظور ہونی چاہیے۔

درخواست دہندگان کی جانب سے مسٹر پریٹ نے دلیل دی کہ اگر ایسی تشریح کی جاتی ہے تو

صوبہ بمبئی کے علاقے کو بھی دفعہ 136 کے حدود سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ تاہم جواب یہ ہے کہ دیوانی اور فوجداری دونوں معاملات میں بمبئی عدالت عالیہ کے فیصلوں سے اپیل دائر کرنے کا حق مجموعہ ضابطہ دیوانی، مجموع ضابطہ فوجداری اور عدالت عالیہ کے لیٹرز پیٹنٹ کے تحت 26 جنوری 1950 سے پہلے موجود تھا۔ پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی کو اپیل کرنے کا ایسا حق، جو پہلے موجود تھا، مناسب قانون سازی کے ذریعے وفاقی عدالت میں منتقل کیا گیا اور بالآخر دفعہ 135 کے ذریعے سپریم کورٹ میں منتقل کیا گیا۔ لہذا اس تشریح سے، جو ہمارے خیال میں آئین بھارت کے دفعہ 136 کی مناسب تشریح ہے، بمبئی عدالت عالیہ کے فیصلہ سے اپیل کا حق چھین نہیں لیتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ دفعہ 136 میں استعمال ہونے والے الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے جو وسیع تر معنی رکھتے ہیں، سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کی اجازت کے لیے درخواست دینے کا حق نہ صرف عدالت عالیاوں بلکہ دیگر ٹریبونلز کے فیصلوں کے حوالے سے بھی دیا گیا ہے۔ یہ بڑا حق، اگر یہ 26 جنوری 1950 سے پہلے موجود نہیں تھا، تو اسے جائز طور پر دفعہ 136 کے ذریعے نئے معنی کے ساتھ عطا شدہ سمجھنا چاہیے اور اس طرح کی تشریح کسی بے ضابطگی کو جنم نہیں دیتی۔ اس لیے ہماری رائے میں، جیسا کہ حیدرآباد عدالت عالیہ کے ذریعے ہمارے سامنے ان تمام معاملات میں فیصلے سنائے گئے اور سزائیں سنائی گئیں، جو عزت مآب نظام کے علاقے میں تھی اور کون سا علاقہ 26 جنوری 1950 سے پہلے بھارت کا علاقہ نہیں تھا، اور چونکہ وہ فیصلے آئین کے نافذ ہونے سے پہلے صادر کیے گئے تھے، وہ ان فیصلوں کے زمرے میں نہیں آتے جن کے خلاف دفعہ 136 کے تحت عدالت عظمیٰ میں اپیل کرنے کی سپیشل لیو طلب کی جاسکتی ہے۔ یہ واضح ہے کہ اس طرح کے فیصلے آئین بھارت کے دفعہ 135 کے تحت نہیں آتے ہیں۔

ہماری رائے میں اس عدالت کو آئین کے دفعہ 136 کے تحت حیدرآباد عدالت عالیہ کے ایسے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کے لیے سپیشل لیو کے لیے ان درخواستوں پر غور کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے۔ اس طرح درخواست دہندگان کے جیسے مقدمات کا احاطہ آرٹیکل 134، 135 یا 136 کے ذریعہ نہیں کیا جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے سپریم کورٹ قانون سازی کی موجودہ حالت میں اس قابل نہیں ہے انہیں کوئی بھی مدد فراہم کریں۔ آئین میں اس طرح کی راحت کو مہیا کرنے کی غلطی کا سپریم کورٹ کے ذریعے دور نہیں کیا جاسکتا اور دائرہ اختیار کا فرض جو دفعہ 134، 135 یا 136 کے واضح الفاظ کے مطابق نہیں ہے، کو عدالت عظمیٰ کے ذریعے قانون سازی کرنے کے مترادف ہوگا جب کہ ایسا کرنا اس کا کام نہیں ہے۔

درخواستیں خارج کردی جاتی ہیں۔

درخواستیں خارج کردی گئیں۔

درخواست دہندگان کی طرف سے ایجنٹ: آئی۔ این۔ شراف۔

جواب دہندہ کی طرف سے ایجنٹ: پی مہتا۔ ایم۔

دستبرداری کی شق

" مقامی زبان میں ترجمہ شدہ فیصلہ مدعی کے محدود استعمال کے لئے ہے کہ وہ اسے اپنی زبان میں سمجھنے اور اسے کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ تمام عملی اور سرکاری مقاصد کے لئے فیصلے کا انگریزی ورژن مستند ہوگا۔